درس نمبر 31

دروس سلوک وتصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

قرآن حکیم فرقان حمید نے رب العالمین جل شانہ کی شان الوہیت ، ربوبیت ، وحدت مطلقہ ، حاکمیت کلی اور محبوب رب العالمین نبی آخر الزماں ﷺ کی شان نبوت، عبدیت، انسانیت کاملہ اور ختمی مرتبت کے بیان میں جن مقدس و برگزیدہ انبیاء و رسل اور پیغمبروں کا ذکر آپ ﷺ کی دعوت سے خاص نسبت کی بنا پر بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، ان میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح روح اللہ علیہم السلام بہت نمایاں ہیں، ہم مبتدی سالکین طریقت کے استفادہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے چند چیدہ چیدہ واقعات بیان کرتے ہیں، کہ جن کے اندر عبرت ونصیحت اور پند ونصائح کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

کفر اور شرک کے مقابلے میں اللہ سبحانہ وتعالی کی احدیت، وحدت مطلقہ اور حاکمیت اعلیٰ پر کامل یقین ، عقیدہ توحید کا عملی مظاہرہ اور اس دور کے ظالم بادشاہ نمرود اور اس کی مشرک قوم کے سامنے کلمہ توحید ''لا الــہ الا اللّٰــہ،، کا نعرہ بلند کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، جھوٹی خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کی وحشت وبربریت کا عالم یہ تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر وہ لوگوں کو زندہ جلایا کرتا تھا، اس کا شمار ظالم ترین حکمرانوں میں ہوتا تھا، ایسے جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کا اعلان اللہ تعالی پر ایمان وایقان اور عملی توحید کا اعلیٰ ترین مظاہرہ تھا، جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بہت استقامت ، جرات اور بہادری سے ظالم نمرود کے سامنے کیا۔حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی دیگر انبیاء کرام کی طرح تلمیذ الرحمٰن تھے۔آپ نے ملت ابراہیمی کو علم کی اہمیت سمجھانے کی غرض سے عملی طور پر علم حاصل کرنے کی جدوجہد کی۔

سنت انبیاء قائم کرنے اور سالکین کی تعلیم وتربیت کے آپ نے نظام کائنات کے مطالعہ سے علم کے حصول کا آغاز فرمایا۔ قارئین دروس سلوک وتصوف! اس امر کو پیش نظر رکھیں، کہ سالک اور صوفی کے لئے علم

حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے، اعمال صوفیہ کا سارا دارومدار بھی علم پر ہوتا ہے۔ اسلام کی دعوت کے فریضے کا آغاز سب سے پہلے انسانوں پر آیات ربانی کی تلاوت کرنے سے شروع ہوتا ہے، اس کے بعد باقاعدہ تربیت کے ذریعے ان کا تزکیہ نفس، پھر کتاب الٰہی کی تعلیم، اس کے بعد حکمت ودانائی اور اسرار ورموز دین کی تعلیم، پھر ان خاص امور کی تعلیم اور تربیت جو انسان نہیں جانتا ہے، جس کے حصول کا ذریعہ اسوہ حسنہ کی پیروی اور اتباع سنت ہوتا ہے۔قرآن حکیم کے مطابق انسان کی تخلیق اور پیدا کرنے کا مقصد عبادت الٰہی ہے۔ عبادت کا قرآنی تصور اس قدر وسیع ہے، کہ وہ انسان کی فکری اور عملی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ سالک کے لئے ضروری ہے، کہ وہ صحیح طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کا فریضہ پورا کرنے کے لئے سب سے پہلے صحت عقائد سے متعلق علوم اسلامیہ حاصل کرے، جس پر عمل کر کے ہی وہ ''حب الٰہی،، حاصل کرسکتا ہے، حب الٰہی میں سرشاری کا ثبوت اس عمل سے ملتا ہے کہ سالک خلق خدا کے ساتھ نفع بخشی، فیض رسانی اور مالی ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرے ؛ یعنی تحسین علاقۃ الانسان باللہ اور تحسین علاقۃ الانسان بالانسان کا عملی نمونہ پیش کرے، وہ اپنے وسائل، مال اور دولت؛ مستحق اور نادار رشتہ داروں، مساکین، یتامیٰ، فقراء، غرباء اور غلامی ومحکومی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کی آزادی، ان کا معاشی تعطل دور کرنے اور بحالی وآسودگی پر خرچ کرے، سالک کے لئے لازم ہے کہ ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے احکام کی پابندی کرے، وہ جب کسی سے عہد کرے تو اس کو پورا کرے اور جب حق کی راہ میں کوئی فیصلہ کرے تو پوری عزم وہمت کے ساتھ اس پر ثابت قدم رہے۔ مصائب، آلام، تکالیف اور شدائد میں صبروتحمل اور عزم واستقلال کے ساتھ قائم رہے، حق کی خاطر کسی قسم کی مخالفت ومخاصمت سے نہ گھبرائے اور اس کا مقابلہ تن من دھن سے کرے، یہ سب اجزاء باہم مل کر اس عبادت کی تکمیل کرتے ہیں جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرائض نبوت کی تکمیل کے بیان سے پہلے اللہ جل مجدہ نے قرآن عظیم میں ان کے وہ اوصاف حمیدہ بیان فرمائے، کہ جو دعوت اسلام کے وظائف کی بجا آوری کے لئے اساسی حیثیت رکھتے ہیں، دین اسلام کے ہر پیروکار، سالک، صوفی، شیخ، پیر، استاد اور معلم کے لئے دین کی تبلیغ، تعلیم اور دعوت عام کرنے کے لئے ان اوصاف سے متصوف ہونا لازم ہوتا ہے، صوفی اور اوصاف حمیدہ کا باہم یک دگر پیوست ہونا لازم وملزوم ہوتا ہے۔ دین اسلام کے ہر دور کے اولیاء کا یہی اخلاق رہا ہے، اولیاء کرام کے تذکروں اور صحبتوں کی کتابوں میں ان اوصاف کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سلوک وتصوف کے حوالے سے قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ :۔

۔ ”بے شک ابراہیم لوگوں کے قائد(Leader) اور اپنی ذات میں ایک پوری امت (انجمن) تھے اور اللہ کے فرمان بردار تھے، جو بالکل ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہو رہے تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔(النحل:۱۲۰)

۔ ”وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو منتخب کیا تھا اور (اپنی سیدھی) راہ پر چلایا تھا۔ (النحل:۱۲۱)

۔ ”اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم اس (کے حال) سے بخوبی واقف تھے۔،، (الانبیاء:۵۱)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اِبۡرَاهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ O (ھود: ۷۵)

”بے شک ابراہیم بردبار، اللہ سے آہ وزاری کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔،،

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی عادتوں اور رویہ کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلیم یعنی حلم والا فرمایا، حلم صوفی کے اوصاف حمیدہ میں ایک خاص وصف ہوتا ہے، **حلم**؛ اس خاصیت کو کہتے ہیں کہ مخالف کی طعن وتشنیع اور تلخ کلامی کے وقت آدمی کو ردعمل کی بنا پر جلد غصہ نہ آئے، اس کے منفی جذبات میں ہیجان پیدا ہو اور نہ آتش غضب سے اس کے جذبات بھڑک اٹھیں، اس کا غصہ قابو میں رہے، اوّاہ؛ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور اس کے سامنے آہ وزاری کرنے والے کو کہتے ہیں اور منیب اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے کو کہتے ہیں۔ **منیب**؛ ایک خاص نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کے معانی بہت ہی لطیف ہیں۔ جو شخص دوسروں پر عذاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملہ میں اللہ جل شانہ سے کتنا ڈرنے والا اور اس کی طرف کتنا رجوع کرنے والا ہو گا۔

انبیاء، رسل اور پیغمبروں کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی پیدائشی نبی اور تلمیذ الرحمٰن (pupil of Almighty Allah) تھے، ان کا دین اسلام تھا جو ان سے پہلے بھی سب پیغمبروں کا دین تھا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین اسلام کی پیروی کی پاداش میں ان کے چچا آذر (جس نے ان کے والد حضرت تارخ کی وفات کے بعد بچپن میں (بطور عرفی باپ) متبنّٰی بنا کر ان کی پرورش کی تھی، نے ان کو اپنے آبائی گھر سے نکالا اور انہیں دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا۔ لیکن راہ حق میں ان کی ثابت قدمی، استقامت اور جوانمردی کی وجہ

سے اللہ تعالی نے ان کو اپنی رحمتوں سے نوازا اور چاردانگ عالم میں ان کا ذکر جمیل بلند کیا، اور ان کو عالم اسلام کے جلیل القدر انبیاء اور پیغمبروں کا جدامجد بنایا۔

قرآن حکیم میں جگہ جگہ ان کے ذکر کا مقصد سالکین راہ طریقت کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ سبحانہ وتعالی کی راہ میں صدق واخلاص سے اپنے آپ کو وقف کریں اور نبی محتشم ﷺ کی بے لوث غلامی اختیار کر کے کسی لالچ، طمع، حرص وہوا اور شہرت واقتدار کی ہوس کے بغیر دین اسلام کی خدمت کریں، اللہ سبحانہ وتعالی دنیا اور آخرت میں ان کو سرفرازی عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملت ابراہیمی کو علم کی اہمیت سمجھانے اور تعلیم دینے کی غرض سے سب سے پہلے علم کے حصول کی ابتدا اپنی ذات سے فرمائی۔ انبیاء، رسولوں اور پیغمبروں کو پڑھانے، سکھانے کی ذمہ داری اللہ جل مجدہ نے خود اپنے ذمہ لی ہے اور کسی انسان کو کسی نبی، رسول اور پیغمبر علیہم السلام کے استاد یا مربی ہونے کے شرف سے مشرف ہونے کا اعزاز عطا نہیں فرمایا، کیونکہ سب انبیاء تلمیذ الرحمٰن ہوتے ہیں، اللہ جل مجدہ اپنی مرضی کے مطابق، جس قدر چاہے، انبیاء کو علم عطا فرماتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے کائنات ارض وسماء میں انبیاء، رسولوں اور پیغمبروں سے زیادہ علوم اپنے محبوب ومکرم نبی آخر الزماں ﷺ کو عطا فرمائے، ہر نبی اور رسول کے زمانے میں چند لوگوں کے پاس کچھ علوم وفنون اس نوعیت کے بھی ہوتے تھے، کہ جس کی بنا پر وہ اپنے آپ کو اللہ کی دیگر مخلوق سے افضل قرار دے کر اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرتے تھے۔ یہ علوم اور فنون زیادہ تر کہانت، سحر، جادو، سفلی عملیات، نظر بندی، مسمریزم، ہپناٹزم، بھوت پریت اور جنات کی تسخیر سے متعلق ہوتے تھے، چنانچہ ان علوم اور فنون کے عاملین لوگوں کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر کے اپنی اطاعت پر مجبور کرتے تھے جس طرح آج کے دور میں طرح طرح کے عامل، بنگالی بابا، نجومی، دست شناس، جادو ٹونہ ٹوٹکے اور تعویذ گنڈا کرنے والے جعلی ڈبہ پیر اور ڈبل شاہ جیسے بہروپیئے بدعقیدہ، جاہل اور گمراہ لوگوں کو اپنے دام فریب میں الجھا کر ان سے شرکیہ افعال کا ارتکاب کراتے ہیں اور خاص کر ان پڑھ، جاہل اور بدعقیدہ خواتین ان گمراہ فریبیوں کے جال میں پھنس کر اپنا ایمان اور زندگی تباہ کرتی ہیں، مختلف خاندانوں کے درمیان ان دھوکہ بازوں کی وجہ سے اکثر دشمنی پیدا ہوتی رہتی ہے، یہ ایک ہی گھر اور خاندان میں حسد، بغض اور انتقام کی ایسی آگ لگا دیتے ہیں، جو ماں باپ، بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور گہرے دوستوں کو بھی آپس میں تباہ کرنے کا موجب ہوتے ہیں، بدگمانی، تجسس، غیبت، چغلی اور پیٹھ پیچھے برائی کی آگ اچھے خاصے گھرانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

کسی انسان کا دوسرے انسان کے دل میں اللہ جل شانہ کے خوف کی بجائے اپنا اور دوسری مخلوقات الٰہی یا

مظاہر فطرت سے ڈر پیدا کرنا شرک عظیم ہے۔ جب بھی کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، اس وقت اللہ تعالی جل مجدہ سخت غضب میں آتا ہے، اسی طرح جب کوئی انسان غرور اور تکبر میں مبتلا ہو کر دوسرے لوگوں کو حقیر اور اپنے آپ سے کم درجہ سمجھتا ہے۔ تو اللہ جل مجدہ غصہ کا اظہار فرماتا ہے، بعض نادان، بے علم اور جاہل مرید شدت جذبات میں اپنے جاہل اور خود ساختہ پیروں کے قدموں میں سجدہ تعظیمی بجالانے کے لئے اپنے سروں کو زمین پر رکھ دیتے ہیں اور فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، اس وقت بھی اللہ جل شانہ سخت ناراض ہوتا ہے۔

نبی محتشم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ایک مومن، غرور، تکبر، غیبت، شک اور اللہ تعالی کے ساتھ بدگمانی کو نہ چھوڑے گا، وہ عذاب الٰہی سے نجات نہ پائے گا۔، اس حدیث شریف میں سب سے پہلی چیز غرور و تکبر کا بیان ہے۔ غرور، تکبر اور عظمت کا اظہار فقط اللہ جل شانہ ہی کو سزا وار ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالی ہے۔ کَذَالِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلی قَلْبِ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ جَبَارٍ (اسی طرح اللہ تعالی غرور اور تکبر کرنے والوں کے دل پر مہر لگا تا ہے) اور دوسرے مقام پر ہے۔ وَخَابَ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ہر سرکش، ضد کرنے والا نامراد ہے) اور فرمایا ہے۔ وَاِنِّی عُذْتُ بِرَبِّی وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (میں پناہ چاہتا ہوں اپنے اور تمہارے رب سے، ہر تکبر کرنے والے سے جو قیامت پر ایمان نہیں لاتا۔ نبی محتشم ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ (اللہ تکبر کرنے والے کی اہانت کرتا ہے) اور فرمایا: مَنْ تَکَبَّرَ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ (اللہ تکبر کرنے والے سے بغض رکھتا ہے) نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ جو شخص اپنے کو بڑا جانے اور اس کا اظہار کرے یا اشارے کنائے سے ظاہر کرے، اس کا نام جریدہ جبارین میں درج ہوتا ہے اور اس کو عذاب بھی جبارین جیسا ملے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کہ غرور ایسا گناہ ہے، جس کے بعد عبادت کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچاتی، حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو بزرگ جانے اور فخر سے چلے، اس کو اللہ تعالی غصہ سے دیکھتا ہے، ایک دفعہ ایک اللہ سے ڈرنے والے شخص کے سامنے ایک متکبر شخص مٹک مٹک کر چلنے لگا، تو اس نے اس متکبر شخص کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ اللہ کے بندے، اس طرح چلنا اللہ کو پسند نہیں، اس مغرور شخص نے اس بزرگ کو بڑی حقارت سے دیکھا اور کہا کہ چل، اپنی راہ لے، تو مجھے نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟ بزرگ نے فرمایا کہ میں آپ کو خوب جانتا ہوں کہ تو پہلے گندہ پانی تھا، اس وقت بھی تمہارا پیٹ گندگی سے بھرا ہوا ہے اور مرنے کے بعد تو مردار ہو جائے گا، جب کوئی شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور افضل جانے اور اپنی تعریف پر خوش ہو، اس طرح اس خوشی سے اس کے دل میں جو ہوا پیدا ہوتی ہے، اسے کبر کہتے ہیں۔ اس ہوا کی خاصیت یہ ہوتی

ہے کہ جب یہ انسان کے دماغ کو چڑھ جاتی ہے تو انسان ایک شدید بیماری ''خبط العظمت (Acute paranoid Disorder)،، کا شکار ہو جاتاہے جو ذہنی اختلال کی ایک بیماری شیزوفرینیا (schizo pherenia) سے جنم لیتی ہے، انسان دوسروں کو اپنے سے کم سمجھتا ہے، اسے یوں لگتا ہے، جیسے وہ حاکم ہے اور دوسرے اس کے خادم ہیں، وہ اپنی بات کہے جاتا ہے اور دوسروں کی بات سننا گوارانہیں کرتا۔

بدقسمتی سے علمائے سواور خود ساختہ پیران عظام کی بہت بڑی تعداد اس خطرناک ذہنی بیماری کا شکار ہو تی ہے، لہذا اس موذی اور خطرناک بیماری کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے راہ طریقت پر گامزن سالکین اور صوفیاء کوزیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، انشاء اللہ کسی مناسب موقع پر ہم قارئین دروس سلوک وتصوف کے لئے قدرے تفصیل سے انسانی ذہن میں اس بیماری کے پیدا ہونے کی وجوہات، اسباب، اثرات، نقصانات، تشخیص اورعلاج پر بتوفیق الٰہی اور بشرط زندگانی گفتگو کریں گے۔

نبی آخرالزماں مکرم ومعظم ﷺ اللہ سبحانہ وتعالی کے خلق اول اور منفرد یکتا شاہکارتخلیق ہیں۔عہد رسالت سے لے کرآج تک مسلمانوں میں اور نہ غیر مسلموں میں کوئی لکھاری، سوانح نگار، ادیب، مورخ، عالم، مفسر اور محدث آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور فضائل اخلاق کے بیان کومکمل کر سکاہے، آپ ﷺ مجسم قرآن، اللہ سبحانہ وتعالی کے محبوب، تاجدار ہر دوسرااور سرورکونین ہیں، آپ ﷺ مسلمانوں کے نفوس کے مالک ہیں، ان سب قوتوں، طاقتوں، اقتدار، جاہ وجلال، عظمت وشان کے مالک ہونے کے باوصف آپ ﷺ مظہر خلق عظیم ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی کے حضور آپ کی بندگی اور عاجزی کا عالم یہ تھا کہ آپ دن میں ستر بار اور بعض روایات کے مطابق سو بار استغفار کرتے تھے۔ ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کثرت استغفار پر استفسار فرمایا اور بارگاہ رسالت میں عرض پیش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ﷺ تو عنداللہ معصوم عن الخطاء ہیں۔ پھر آپ کے معمولات میں استغفار کی اس قدر کثرت کے کیا معنی ہیں، نبی معصوم سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا۔''عائشہ! کیا میں اللہ جل شانہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں،، نبی مکرم ﷺ کی سنت کی اتباع میں سالکین طریقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ کثرت سے بارگاہ الٰہی میں استغفار کریں اور طلب مغفرت کریں۔غرور وتکبر کی بیماری سے بچنے کے لئے اللہ سبحانہ وتعالی کی بارگاہ میں ہر وقت عاجزی اور بندگی کا اظہارضروری ہے۔